میری کاوش رنگ لائے گی

تحریر: سندس سیدہ

گلگت بلتستان کی ایک خوبصورت وادی ہنزہ جس کی خواندگی کی شرح ۹۰ فیصد سے بھی زیادہ ہے اس شہر کے ایک بچے نے جس زمانے میں اسکول جانے کا سوچا اس وقت بہت کم لوگ تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اسکول جانے کے لیے انہوں نے اپنی ماں اور دادی کی مدد سے اپنے والد سے سفارش کروائی اور اسکول جانے کی اجازت لی۔ وہ کئی کلو میٹر پیدل چل کر اسکول جاتا۔ میٹرک تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد علم حاصل کرنے کی لگن ان کو کراچی لے گئی جہاں نوکری بھی کی اور ساتھ ساتھ تعلیم بھی جاری رکھی۔ وظیفہ پر ایران سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی، تعلیم حاصل کرنے اور نوکری کے اس سفر میں اپنے علاقے کی بہتری کے لیے جدوجہد کرنا کبھی نہیں بھولے تھے۔ ڈاکٹر شیر زمان نے اپنے بارے میں بتایا کہ انہوں نے گلگت بلتستان کے لوگوں کو حقوق دلوانے کے لیے جوانی کے دور میں ہی بھٹو کے سامنے مطالبات پیش کیے۔ یعنی کہ وہ جوانی سے اپنے علاقے کے لوگوں کے لیے تگ ودو کر رہے ہیں۔ ان کی کاوش ہر دور میں جاری رہیں اور اب تک جاری ہیں چاہے وہ جمہوریت کا دور ہو یا آمریت کا دور۔ اپنی نوکری کے حوالے سے بات کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ اپنی سرکاری نوکری کا آغاز انہوں نے انیسویں گریڈ، اسٹیبلشمنٹ ڈویژن سے کیا اور وہ بیسویں گریڈ پر ریٹائرڈ ہو گئے۔ بچپن گیا جوانی آئی اور پھر وہ بھی ڈھل گئی اور اب تک گلگت بلتستان کے لیے کوششیں جاری ہیں۔ وہ گلگت بلتستان کے لوگوں کو ان کے حقوق دلوانے کے لیے آج بھی خطوط لکھتے ہیں ان کے بے شمار سوالات ہیں، ان کا کہنا ہے کہ آج تک انہیں ان سوالوں کا جوابات نہیں دیے گئے۔ اب جبکہ پاکستان میں پاک چائنہ اقتصادی راہداری بن رہی ہے اور اس علاقے کی اہمیت مزید بڑھ گئی ہے ان کے چند سوالات اس حوالے سے بھی ہیں لیکن کوئی جواب دینے والا نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے سوالات آپ کے سامنے رکھنا چاہوں گی۔

۱۔ اگر گلگت بلتستان کو کشمیر کے مہاراجہ سے آزاد نہ کروایا جاتا تو خدانا خواستہ یہاں بھی بھارتی تسلط قائم ہوتا تو پاکستان کا چین سے کوئی تعلق نہ ہوتا؟

۲۔ اگر یہ علاقہ پاکستان میں نہ ہوتا تو بھارت دوسرے دریاؤں کی طرح دریائے سندھ کو بھی بند کر دیتا، اس صورتحال میں پاکستان کے کیا حالات ہوتے؟

۳۔ چائنہ پاکستان راہداری کا کوئی منصوبہ ممکن نہ ہوتا۔ گلگت بلتستان اس راہداری کا دروازہ ہے، مگر افسوس کہ یہاں کے لوگوں کا اس منصوبے سے کوئی عمل دخل نہیں ہے۔

۴۔ یہاں کے غیور عوام ۴۸۔ ۱۹۴۷ء سے پاکستان کی سرحدوں کی حفاظت کر رہے ہیں، جس میں سیاہ چن اور کارگل سرِ فہرست ہیں۔

۵۔ افسوس ہے کہ یہاں کے شہیدوں، جفاکش عوام کو سیاسی اور انسانی حقوق حاصل نہیں ہیں۔ کیا یہ نظر اندازی اور حق تلفی ہی یہاں کی عوام کی قربانیوں کا صلہ ہے؟

میں خود کو ڈاکٹر صاحب کے سوالات کے جواب دینے کے قابل تو نہیں سمجھتی لیکن میرے ذہن میں یہ سوالات سن کر بے شمار مزید سوالات گردش کرنے لگے جیسے کہ: اگر گلگت بلتستان کا علاقہ آزاد نہ ہوا ہوتا تو کیا ہم سیاحت کے خوبصورت مقامات سے محروم رہتے، افواج کے پہرے وہاں پر بھی بٹھانے پڑتے اور لائن آف کنٹرول پر جو حالات ہیں وہاں پر بھی ہوتے؟ اگر بھارت دریائے سندھ کو بھی بند کر دیتا تو سندھ کی عوام جو پہلے ہی قطرے قطرے کو ترس رہی ہے وہ تھر کی طرح خشک ہو جاتی؟ میں نے بچپن میں سنا تھا کہ علم حاصل کرو چاہے تمہیں چین جانا پڑے لیکن کیا گلگت بلتستان کے علاقے کا پاکستان کا حصہ ہونے کی وجہ سے یہ ممکن نہیں ہوا کہ چین ہمارے پاس خود آ رہا ہے؟ جہاں تک بات ہے عوام کی سرحدوں کی حفاظت کرنے کی تو میرے خیال میں یہ عوام کا کام نہیں ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ چائنہ بلاوجہ اربوں ڈالروں کی سرمایہ کاری نہیں کر رہا۔ اگر گلگت بلتستان پاکستان کا حصہ نا ہوتا تو پاک چائنہ اقتصادی راہداری پاکستان تک کیسے پہنچتی؟ خنجراب کا علاقہ چائنہ اور گلگت بلتستان کے بارڈر پر واقع ہے اور کوریڈور کا آغاز اس علاقے سے ہونا ہے لیکن نا تو پارلیمنٹ میں اس علاقے کی نمائندگی ہے اور نہ ہی کسی اجلاس میں ان کو بلایا جاتا ہے۔ بلاشبہ اس راہداری سے علاقہ میں ترقی کے نئے دروازے کھلیں گے لیکن کیا اس ترقی کے لیے بھی علاقے کے لوگوں کو خود تگ ودو کرنا ہوگی؟

گلگت بلتستان میں آزاد کشمیر اور انڈیا دونوں کو اپنا اپنا مفاد دکھائی دیتا ہے۔ ہر کوئی اسکو اپنا حصہ بنانا چاہتا ہے۔لیکن دوسری جانب اس علاقے کے لوگ جس کا حصہ بننا چاہ رہے ہیں وہ اس سے سوتیلوں جیسا سلوک کر رہا ہے۔کہیں ایسا نہ ہو کہ ۱۹۴۸ء میں اس علاقے کی عوام نے جب کشمیر کے راجہ سے جنگ کر کے اپنے خطے کا قبضہ چھڑایا تھا اور رضا کارانہ طور پر پاکستان کیساتھ شمولیت کا اعلان کیا تھا اس فیصلے پر ان کو پچھتاوا ہونا شروع ہو جائے اور وہ باغی ہو کر کوئی غلط قدم اٹھالیں۔کبھی کبھار خبریں سننے کو ملتی ہیں کہ گلگت بلتستان کو صوبے کا درجہ دینے پر غور شروع کر دیا گیا ہے۔شاید یہ غور کرنے کی بھی نوبت نہ آتی اگر چائنہ پاک اقتصادی راہداری نے گلگت کے علاقے سے شروع نہ ہونا ہوتا۔اگر جغرافیائی لحاظ سے دیکھا جائے تو اسکے بارڈرز افغانستان، وسط ایشیاء، چین اور بھارت کیساتھ لگتے ہیں۔صرف یہ ہی نہیں بلکہ کے ٹو کی بیس، کارگل اور سیاہ چن اس علاقے میں ہیں۔ پھر بھی اس علاقے کی حیثیت متنازعہ ہے جبکہ اٹھارویں ترمیم کی بات کی جائے تو ایسا محسوس ہوگا جیسے یہ محض ترمیم نہیں باقاعدہ ایک دستور ہے جس میں ۱۹۷۳ء کا آئین پرو دیا گیا۔لیکن دوسری جانب گلگت بلتستان کو صوبے کا آئینی درجہ دینے کے مطالبے پر حکمرانوں کے سروں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ یہ علاقہ پاکستان کے اور بین الاقوامی قوانین کے بیچ پس کر رہ گیا ہے۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آئینی طور پر کچھ ناانصافیاں ان کے ساتھ ہوتی رہتی ہیں پھر بھی گلگت بلتستان کے لیڈران اور عوام نے پاکستان سے علیحدہ ہونے کا نہیں سوچا۔گلگت بلتستان میں سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ موجود ہے،لیکن اسمبلیوں اور سینٹ میں نمائندگی نہیں دی جاتی ۔ یہ صورتحال ہو تو یہ سوال بجا ہے کہ آخر ذہنی طور پر ترقی یافتہ لوگوں اور ایک پڑھے لکھے علاقے کو کتنی دیر تک انکے حقوق سے محروم رکھا جا سکتا ہے؟

آخر میں بس یہی کہ مجھے اب بھی امید ہے کہ فاٹا ریفارمز کے بعد اب گلگت بلتستان ریفارمز کی باری بھی جلد آئے گی۔ تاکہ ۷۰ سال ان لوگوں نے بنیادی حقوق حاصل کرنے کی جدوجہد میں جو وقت گزارا وہ رائیگاں نہ جائے۔ جب پاکستان ۱۴۰ سال کا ہو جائے گا تو ہم فخر سے بتا سکیں گے کہ ۷۰ سال پہلے والی باتیں اب نہیں رہیں ہماری کاوشیں رنگ لے آئی ہیں ہم ترقی یافتہ ملک کے ایک اہم صوبے کے شہری ہیں جن کو تمام حقوق حاصل ہیں۔

مصنفہ انڈویجوئل لینڈ پاکستان میں پروگرام آفیسر کی حیثیت سے کام کر رہی ہیں۔
میگزین یا مضمون سے متعلق معلومات کے لئے رابطہ کریں۔
info@individualland.com